احسان الحق

لیکچرار، شعبۂ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ جہانزیب کالج سیدو شریف سوات

ڈاکٹر تحسین بی بی

صدر شعبہ اردو لسانیات وادبیات قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

مجید امجد کی شاعری میں سورج اور اجرام فلکی کا تصور

Ehsan-ul-Haq

Lecturer, Department of Urdu, Government Post Graduate Jahanzeb College, Saidu Sharif, Swat

Dr. Tahseen Bi.Bi

Head of Urdu Department Linguistics and Literature, Qurtuba University of Science and Information Technology, Peshawar

The concept of sun and stars in the poetry of Majid Amjad

Majeed Amjad is one of those great Urdu poets of the 20th century who experimented in poetry especially nazm. If on the one hand his poetry possesses his scientific consciousness, on the other his poetry profusely draws on mythological symbols. One among them is ‘sun’ where he has seamlessly merged both scientific as well as mythological connotations. However, the mythological concept of the sun is predominant thus strong.

Keywords: Majeed Amjad, stars, sun. poetry, Mythological

کلیدی الفاظ: مشرق، مغرب، تہذیب، سیارہ، آفتاب، علامت، استعارہ، دیومالا، سمیری

سورج بھی دیگر مخلوقات کی طرح ایک مخلوق ہے۔ جو مشرق سے طلوع ہوتا ہے اور مغرب میں ڈوب جاتا ہے۔ سطحِ زمین پر زندگی کے لیے سورج کا وجود از حد ضروری ہے کہ اس کی روشنی میں پودے اور درخت اپنی خوراک وغیرہ تیار کرتے ہیں۔ سورج زمینی حیات یا زرعی پیداوار پر بہت زیادہ اثر انداز ہے۔ اس لیے ادیبوں نے اسے مختلف انداز سے علامت کے طور پر ادبی تخلیقات کا حصہ بنایا۔ عام طور پر اسے علم، طاقت، خوشی، ترقی، عیش و عشرت اور روشنی وغیرہ کی علامت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

قدیم تہذیبوں میں ستارہ پرستی کا رجحان زیادہ تھا اس لیے اشوری اور بابلی تہذیب سے لے کر آرین، دراوڑی اور ہندی تہذیب سے وابستہ لوگ سورج کی پوجا کرتے تھے۔ ایران، مصر اور دیگر کئی ممالک میں بھی سورج کے بت بنا کر پوجتے تھے۔ سمیریوں کے ہاں ابتدا میں تین بڑے دیوتا تھے انو (آسمانوں کا دیوتا)، ان لل (ہواؤں اور فضا کا دیوتا) اور ایا (پانی کا دیوتا)۔ لیکن بعد میں ان کے ہاں سورج پرستی شروع ہو گئی اور سورج دیوتا یا آفتاب دیوتا اس قدر اہمیت کا حامل دیوتا بنا کہ سمیری دیومالا میں وہ خداوند خدا کہلایا[(1)]۔ سمیریوں کے جانشین کے طور پر بابلی تہذیب آ گئی۔ بابلی تہذیب میں سات سیاروں کی پوجا کی جاتی تھی جسے صابیت یا ستارہ پرستی کہا جانے لگا۔ علی عباس جلال پوری لکھتے ہیں:

”بابلی سات سیاروں کو ذی روح ہستیاں مانتے تھے۔ جو انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتی رہتی ہیں۔ وہ مشتری کو مردوخ، تیر کو بنو، مریخ کو نرگل، آفتاب کو شمس، چاند

کو سن، عطارد کونبِنب اور زہرہ کو عشتار کہتے تھے۔ان کا عقیدہ تھا کہ ان کی گردش انسانی طالع کو متاثر کرتی ہے چناں چہ ان کی گردش کے مطالعے نے علم ہیئت اور علم نجوم کو جنم دیا۔ان میں بعل مردوخ اور شمس سب سے بڑے دیوتا تھے۔''(1)

اہل بابل دن رات میں سات مرتبہ سورج کی پوجا کرتے تھے۔مذہب اسلام میں مکروہ اوقات ان صائبین کی پوجا کی وجہ سے ہیں۔یہ وہ اوقات ہیں جن میں ستارہ پرست ستاروں کی پوجا کرتے تھے۔

ہندوستان میں سورج سے متعلق دیوتاؤں کا ایک پورا خاندان موجود ہے۔ویدوں میں سورج سے متعلق دیوتاؤں کا اپنا ایک گروہ موجود ہے۔ویدوں ہی کے بھجنوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ سورج کے دو نام ہیں۔جب یہ سورج بندوں (پجاریوں) کے سامنے ہو تو اس وقت اسے ''سوریہ'' کہتے ہیں اور جب یہ نظروں سے اوجھل ہو جائے تو اس وقت اس کو ''ساوتری'' کہتے ہیں۔بھجنوں میں سے ساوتری کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے وہ ذیل کی تصویر سے بخوبی واضح ہو سکتا ہے:

''ساوتری کے بال،اس کی آنکھیں اور اس کی زبان سنہری ہیں۔وہ ایسی گاڑی کی سواری کرتا ہے جسے شعاعوں والے اور سفید سموں والے گھوڑے کھینچتے ہیں۔وہ زمین کو منور کرتا ہے۔اس کے سنہرے بازو پھیلے رہتے ہیں خیر و برکت دینے کے لیے، تمام مخلوقات کو قوت و شوکت عطا کرنے کے لیے اور ہر چیز کو فیض یاب کرنے کے لیے۔اس کے یہ پھیلے ہوئے بازو آسمان کے آخری سرے تک پہنچ جاتے ہیں''(2)

مجید امجدؔ کے ہاں سورج کی یہی تصویر ملتی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس جہاں میں چاروں اَور نور کی بہار پھیل جاتی ہے۔سورج اپنے مدار میں آسمان کے قوس سے یوں گزرتا ہے جیسے کہ رتھ بان اپنی رتھ پر سوار ہو کر منزل کی طرف بڑھ رہا ہو اور اپنا گھوڑا ہانک رہا ہو:

''دیکھتے دیکھتے اس نگری میں چاروں اور اِک نو بہار
ایک گزرتی رتھ سے چھلکا اُمڈ کے جوبن، اہا، اہا
راہ راہ پہ پلک پلک نے سیس نوا کے کہا''
''باوری لہرو
رس کے شہرو
نینو، ٹھہرو، ٹھہرو''(3)

سورج دیوتاؤں میں ایک گروہ کا نام اَسوِن ہے۔یہ دیوتاؤں کا ایک جھنڈ ہے۔ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ صبح کے وقت سب سے پہلے روشنی کی کرنیں لانے والے یہی دیوتا ہوتے ہیں۔ڈاکٹر مہر عبدالحق لکھتے ہیں:

''صبح کے آسمان پر سب سے پہلے روشنی لانے والے یہی دیوتا ہیں۔یہ جلدی جلدی بادلوں پر سوار ہو کر آتے ہیں اور سحر کے لیے راستہ صاف کرتے ہیں۔''(4)

عین یہی تصور مجید امجدؔ کے ہاں بھی ملتا ہے۔نظم ''**خدا ایک اچھوت ماں کا تصور** (1940ء)'' میں وہ کہتے ہیں کہ سورج نور کی پوشاک پہن کر راجاؤں کی طرح سیر پر نکلتا ہے۔ہاتھ میں سونے کا چھابا (سورج کی کرنیں) لے کر پورب سے سفر کا آغاز کرتا ہے اور آسمان سے تاروں کا صفایا کر جاتا ہے:

''کہاں رہتا ہے پرمیشر؟ ادھر آکاش کے پیچھے
کہیں دور اس طرف تاروں کی بکھری تاش کے پیچھے!

نہی

ں دیکھا؟ سویرے جو ہی مندر میں گجر باجا

پہن کر نور کی پوشاک وہ من موہنا راجا

لیے سونے کا چھابا جب ادھر پورب سے آتا ہے

تو ان تاروں کی پگڈنڈی پہ جھاڑو دے کے جاتا ہے 5،، (

ہندی دیومالا میں سوریہ (سورج دیوتا) کے متعلق ذکر ہے کہ اس کے رتھ کو سات گھوڑے کھینچتے ہیں۔ یا گھوڑا ایک ہے اور اس کے سات سر ہیں۔ چوں کہ ہفتے میں سات دن ہوتے ہیں اس لیے سوریہ کے رتھ کے ساتھ گھوڑے یا سات سروں والا گھوڑا کا تصور پایا جاتا ہے۔ مجید امجد کی شاعری میں سورج دیوتا کے رتھ کا تصور پایا جاتا ہے:

''میرے سفر میں، اِک اِک دِن کا سورج، اِک اِک دیس تھا،

ان دیسوں کے اِک اِک باسی کے دِل سے گزرا ہوں،

میں نے دیکھا ان کے دِلوں کے آنگن سونے کے تھے،

ان کی مگن آنکھوں میں ڈورے سونے کے تھے،

اِک اِک صبح کو ان کی سواری کے لیے آتی تھی سورج کی رتھ، سونے کی،

میرے سینے کے اندر اِک چھوٹا سا کوٹھا گر پڑتا ہے اور

اِک چھوٹے سے خیال کی دُنیا ان میری آنکھوں میں اُمڈ آتی ہے،

اور میرا دِل مجھ سے پوچھتا ہے

جانے ہم اپنی روحوں میں کب اس سورج کو

ابھرا ہوا دیکھیں گے،

وہ سورج، جو اَب تک کبھی نہیں ڈوبا''(6)

اسی طرح مجید امجد اپنی شاعری میں ایک اور جگہ سورج کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

''سورج نکلا رنگ رچے

کرنوں کے قدموں کے تلے

سوکھی گھاس پہ کھلتے ہوئے

پیلے پیلے پھول ہنسے!''(8)

سورج دیوتا سے منسوب یہی تصور لے کر مجید امجد کہتے ہیں کہ تم یہ کس غفلت میں سوئے ہوئے ہو جاگ جاؤ کہ پورب کا چرواہا (سورج) اپنی سواری لے کر سفر پر نکل چکا ہے:

''کس کی گھات میں گم سم ہو خوابوں کے شکاری جاگو بھی

اب آکاش سے پورب کا چرواہا ریوڑ ہانک چکا''(9)

غروبِ آفتاب اور طلوعِ آفتاب کے متعلق حضرت ابوذر غفاریؓ سے ایک حدیث مروی ہے:

’’ایک مرتبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گدھے کی سواری پہ تھا جس کی ایک زین تھی۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ ابوذر تم جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس پہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سورج ایک گدلے پانی کے چشمے میں غروب ہوتا ہے۔ پھر یہ عرش کے نیچے جا کر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے اور جب اس کے جانے کا وقت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جانے کی اجازت دیتا ہے اور یہ طلوع ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ یہ غروب والی جگہ سے طلوع ہو یعنی مغرب سے تو یہ اللہ تعالیٰ اسے روک لے گا۔ یہ کہے گا کہ اے میرے رب! میں نے ایک طویل فاصلہ طے کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے کہتا ہے کہ وہاں طلوع ہو جاؤ جہاں غروب ہوئے ہو یعنی مغرب سے۔ یہ تب ہو گا جب کوئی (بے ایمان) روح ایمان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکے گی۔‘‘(10)

اس حدیث کی رو سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ سورج ہر روز ایک نئے حکم کے ساتھ نمودار ہوتا ہے۔ عرش سے اجازت لے کر ابھرتا ہے۔ یہی تصور مجید امجدؔ کے ہاں بھی ملتا ہے۔ لیکن مجید امجدؔ یہاں سورج کا استعارہ لے کر دنیا کی بے ثباتی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ یہاں سورج کی گردش سے وہ وقت کا تصور بھی لیتے ہیں کہ سورج کا تو مقدر ہے کہ مغرب میں غروب ہو کر حکم خداوندی سے اگلے دن پھر سے جوان ہو کر نکلتا ہے۔ چاہے کچھ بھی ہو سورج اپنا سفر جاری رکھتا ہے نہ کسی کی خاطر رکتا ہے اور نہ کسی کی خاطر دوڑتا ہے۔ بس ازل سے اپنی خاص رفتار اور خاص مدار میں گردش میں ہے:

’’سب کو برابر کا حصہ ملتا ہے، اس میعادیٔ جس کو
دِن کہتے ہیںؑ
سب کے سروں پرؑ
سورج کی تقدیر سفر، یکساں لمبی پٹڑی ہےؑ
کسی کے آگے دِن کا قد نہیں گھٹتاؑ

کسی کی خاطر دِن کی حد نہیں بڑھتی
سب دِن اور سب کے دِن کٹ جاتے ہیں‘‘(11)

مجید امجد نظم "زائر" میں سورج کی اہمیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

’’کیسے مانگوں تجھ سے وہ دُنیا جس کا سورج اِک دِن تیرے دِل سے اُبھرا تھا
اپنے پاس تو اس دُنیا کی ٹکٹ کے پیسے بھی نہیں ہوتے
جس دِن ہوں بھی، اس دِن اپنا ارادہ بھی نہیں ہوتا
تیری نورانی مٹی سے باہر جو مٹی ہے
جانے اس مٹی میں کیسے کیسے کافر تیری محبت میں جیتے ہیں
تو نے دیکھا؟‘‘(12)

نظم "ہر سال ان صبحوں" میں سورج کے تصور کو اس طرح بیان کیا ہے:

’’ان جنباں جہتوں میں ساکن!
تب اتنے میںؑ سات کروڑ کرےؑ پھر پاتالوں سے ابھر کر اور کھڑکی کے سامنے آکرؑ

دُھوپ کی اس چوکور سی ٹکڑی کو گہنا دیتے ہیں
آنے والے برس تک
اس کمرے تک واپس آنے میں مجھ کو اِک دِن، اس کو ایک برس لگتا ہے
جانے باہر اس ہونی کے ہست میں کیا کیا کچھ ہے
آج یہ اپنے پاؤں تو پاتالوں میں گڑے ہوئے ہیں"(13)

مجد امجد نے اپنی شاعری میں اپنے ارد گرد کے مسائل، حالات و واقعات کے ساتھ ہی ماحولیاتی شعور اور اجرامِ فلکی کے مختلف نظاموں کی خوبصورت عکاسی کی ہے اور سورج کے متعلق شروع سے مختلف تہذیبوں میں جو تصور رہا ہے اس کی مختلف صورتوں کو بھی شاعری میں مسحور کن انداز میں کہیں علامتی واستعاراتی اور کہیں تصوراتی طور پر بیان کیا ہے۔اوران کی نظموں کے ساتھ ساتھ غزلوں میں بھی کئی نمونے ملتے ہیں۔

حوالہ جات

1 ۔ جلال پوری، علی عباس، روایاتِ تمدنِ قدیم، تخلیقات، لاہور، 2012ء، ص16

1 ۔ ایضاً، ص30

2 ۔ مہر عبدالحق، ڈاکٹر، ہندو صنمیات، بیکن بکس، ملتان، 1993ء (باراول)، ص61

3 ۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، مرتبہ: ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، 2021ء ص146

4 ۔ مہر عبدالحق، ڈاکٹر، ہندو صنمیات، بیکن بکس، ملتان، 1993ء (باراول)، ص71

5 ۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، مرتبہ: ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، 2021ء ص50

6 ۔ ایضاً، ص606، 607

8۔ ایضاً، ص378

9۔ ایضاً، ص113

10۔ مسند احمد، حدیث نمبر 21459

11۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، مرتبہ: ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، الحمد پبلی کیشنز، لاہور، 2021ء ص547

12۔ ایضاً، ص520

13۔ ایضاً، ص572